اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

اعتراضات
اور
ان کے جوابات

مجیب
ابنِ اسحاق قادری ہزاروی

پیشِ لفظ

مورخہ: 9 مئی 2021ء / ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ کو ہمارے بہت ہی پیارے دوست مولانا حسن المدنی زید مجدہ نے Whatsapp گروپ میں امیرِ اہلِ سنت، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کے یومِ ولادت منانے پر بعض لوگوں کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کا تذکرہ کیا، تو فقیر ابنِ اسحاق قادری غفرلہ نے اُن سے پرسنل پر رابطہ کر کے پوچھا کہ وہ اعتراضات کیا ہیں؟

تو موصوف زید شرفہ نے بذریعہ Whatsapp اعتراضات پر مشتمل چند SMS سینڈ کر دیے، جن کے جوابات بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ اُسی رات تحریر کر دیے گئے، اور کوشش کی گئی ہے کہ جس مرتبہ کا اعتراض ہو اُس کے جواب میں دلیل بھی اُسی مرتبہ کی لکھی جائے۔

بعدہ فقیر نے اپنے چند انتہائی معتبر اور اہلِ علم احباب کی خدمت میں یہ جوابات بھیجے تا کہ وہ ملاحظہ فرما کر بتادیں کہ آیا یہ جوابات درست ہیں یا نہیں، نیز مفتی مہتاب احمد نعیمی دامت برکاتہم العالیہ کو بھی تائید کے حصول کی نیت سے بھیج دیے تھے۔ الحمد للہ عزوجل قبلہ مفتی صاحب نے تائیدی کلمات سے نوازا، جو اگلے صفحہ پر تحریر ہیں۔

چوں کہ بعض اوقات اعتراض کے الفاظ کی حساسیت طبیعت پر بڑی شدت سے اثر انداز ہوتی ہے جس کی بنا پر جوابی الفاظ میں بھی شدت آ جاتی ہے، اور یہی کچھ بعض جوابات میں میرے ساتھ بھی ہوا ہے، جس پر میرے ایک انتہائی

پیارے دوست نے مشورۃً ارشاد فرمایا تھا کہ الفاظ میں کچھ نرمی کی جائے، لیکن چوں کہ مفتی صاحب نے محررہ الفاظ کے باوجود ہی تائید فرمائی تھی، لہذا اب تحریر میں تبدیلی کا ارادہ بدل دیا ہے۔

میں اپنے اُن مخلص اور پیارے دوست سے معذرت خواہ ہوں کہ اُن کے مشورہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا، امید ہے کہ وہ معاف فرما دیں گے کہ معاف کرنا کریموں کا شیوہ ہے۔

بندہ

ابنِ اسحاق سیف اللہ قادری ہزاروی غفرلہ

تائید

از: حضرت علامہ مولانا مفتی مہتاب احمد نعیمی صاحب زید مجدہ

حامدا و مصلیا

سالگرہ منانا شرعاً جائز ہے۔ کسی کی پیدائش پر مبارک باد دینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور "جشنِ ولادت" کا لفظ شرعاً و عرفاً غیرِ انبیا (علیہم السلام) کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔

دھرنے میں شریک ہونا شرعاً لازم نہیں ہے کہ کسی پر طعن کیا جائے۔

مذکورہ شرعی احکام کو اس تحریر میں حضرت علامہ ابن اسحاق سیف اللہ ہزاروی مدظلہ العالی نے جن عمدہ دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے، وہ بالکل صحیح و درست بلکہ عوام وخواص کے لیے مفید ہیں۔

اللہ تعالیٰ محرر محترم المقام کی تحریر میں برکت دے اور اسے لوگوں کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین

از: مہتاب احمد نعیمی

خادم دار الافتاء بجامعۃ النور، جمیعۃ اشاعۃ اہل سنۃ (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتراض نمبر 1:

کیا شریعت کی رُو سے "سالگرہ منانا" جائز ہے؟ حالاں کہ یہ کفار و مشرقین مناتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ: "خَالَفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ" یعنی، مشرکین کی مخالفت کرو، اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" یعنی، جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔

جواب:

سالگرہ منانے کا حکم: "سالگرہ" دو / 2 طرح کی ہوتی ہے، ایک وہ جو امورِ شرعیہ پر مشتمل ہوتی ہے اور اُس میں کوئی غیر شرعی کام نہیں ہوتا، دوسری وہ جو امورِ غیر شرعیہ لہو لعب وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ پہلی صورت جائز و مباح ہے اور دوسری صورت ناجائز و حرام۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ جلد 15 صفحہ: 524، 525 پر لکھتے ہیں:

"سالگرہ دو طرح ہوتی ہے، ایک میں کچھ قرآن مجید و درود شریف پڑھ کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسیدنا غوث اعظم وغیرہ اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نیاز اور احباب وفقراء کو کچھ تقسیم، گنگوہی صاحب اسے ہرگز جائز نہیں کہہ سکتے کہ اس میں تو دن کی تعیین بھی ہے اور ہر سال کا التزام بھی، اور ان کے دشمنوں کی نیاز بھی، اسے جائز کہہ کر وہابیت میں کس دین کے رہتے۔ دوسری وہ جو کہ کفار وفجار کرتے ہیں کہ جس میں لہو لعب ناچ رنگ وغیرہا شیطنتیں ہوتی ہیں" انتہیٰ بہ قدر ضرورت۔

اسلوبِ کلام سے اظہر من الشمس ہے کہ اگر سالگرہ امورِ خیر و بھلائی پر مشتمل ہو تو منانا بلکل جائز ہے۔ اِس کو ناجائز نہیں کہے گا مگر جاہل و غبی۔

حدیث "خَالَفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ" کا جواب:

اِس حدیث کا مورد خاص ہے جیسا کہ "وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ" کی تفسیر سے معلوم ہو رہا ہے؛ کیوں کہ یہ جملہ ما قبل کی تفسیر ہے۔ اور اگر اِس میں عمومِ اطلاق مانا جائے تو پھر بھی لازماً مدلولات میں تقیید کرنا پڑے گی ورنہ ہر وہ کام جو یہود و نصاریٰ اور ہنود وغیرہ مشرکین کرتے ہیں اُس ہر ہر کام میں اُن کی مخالفت ضروری ہو گی، اور یہ محالاتِ عادیہ اور بعض صورتوں میں محالاتِ شرعیہ میں سے ہے۔ پس، جیسا کہ "عمدۃ القاری" میں ہے کہ "فَقَالَ خَالَفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ وَخَالَفُوْا الْيَهُوْدَ وَنُهِيْنَا عِنِ التَّشَبُّهِ بِهِمْ وَذَلِكَ يَقْتَضِي الْأَمْرَ بِمُخَالِفَتِهِمْ فِي الْأَفْعَالِ وَالْأَقْوَالِ۔" یعنی، حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، اور یہود کی مخالفت کرو۔ اور ہم اُن کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے روکے گئے ہیں۔ اور یہ قول و فعل میں اُن کی مخالفت کا مقتضی ہے۔"

پس اِس حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ "یہود و مشرکین کی اُن باتوں کا خلاف کرو جو اُن کے دین کے مطابق درست اور اسلام کے خلاف ہیں۔ اور اُن کاموں میں اُن کی مخالفت کرو جو اُن کے دین سے ہیں اور دینِ اسلام سے نہیں ہیں"۔

پس اِس حدیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین اور یہودیوں کا خلاف اُن کے دینی امور میں ضروری ہے، اور سالگرہ اُن کے دین کے ساتھ مخصوص کام نہیں ہے لہذا یہ حدیث ممانعتِ سالگرہ میں مؤثر نہیں ہو گی۔

حدیث "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" کاجواب:

اولاً: "سالگرہ منانے" میں کسی کافر و مشرک یا بد مذہب سے کوئی مشابہت ہی نہیں ہے؛ کیوں کہ "سالگرہ منانا" کسی خاص کافر و مشرک یا بد مذہب فرقہ کا شعار نہیں ہے، لہٰذا اِس حدیث شریف سے کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔"

ثانیا: اگر بالفرض کسی دور میں "سالگرہ منانا" کفار و مشرکین یا بد مذہبوں کا شعار تھا بھی تو اب نہیں ہے؛ کیوں کہ اب ابتلاء عام ہے، مسلمان و غیرِ مسلمان، عوام و خواص اپنے بچوں وغیرہ اور شادیوں کی "سالگرہ" مناتے ہیں، لہذا مشابہت نہ رہی؛ کیوں کہ تخصیص باطل ہو گئی، بلکہ یہ مباحات میں سے ہے۔ جیسا کہ امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد 24، صفحہ: 532 پر امام قسطلانی علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں، دربارۂ طیلسان کہ پوشش یہود تھی فرماتے ہیں: اما ما ذکرہ ابن اقیم من قصۃ الیھود فقال الحافظ ابن حجر انما یصح الاستدلال بہ فی الوقت الذی تکون الطیالسۃ من شعارھم وقد ارتفع ذٰلک فی ھذہ الازمنۃ فصار داخلا فی عموم المباح وقد ذکرہ ابن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالٰی فی امثلۃ البدعۃ المباحۃ۔

رہا یہ کہ جو کچھ حافظ ابن قیم نے یہودیوں کا واقعہ بیان کیا ہے تو اس بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ استدلال اس وقت درست تھا جبکہ مذکورہ چادر اُن کا (مذہبی) شعار ہوا کرتی تھی لیکن اس دَور میں یہ چیز ختم ہو رہی ہے لہٰذا اب یہ عموم مباح میں داخل ہے، چنانچہ علامہ ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بدعت مباح کی مثالوں میں ذکر فرمایا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی چیز کا شعار ہونا ختم ہو جائے تو اُس سے حکمِ ممانعت بھی اُٹھ جاتا ہے۔

ثالثاً: اس حدیث میں موجود لفظِ "تَشَبَّہَ" کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے امام عشق و محبت، پروانۂ شمع رسالت، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد 23 صفحہ: 321 میں لکھتے ہیں:

"حدیث میں لفظ تشبہ مذکور ہے اور اس کے معنی اپنے آپ کو کسی کے مشابہ بنانا، تو حقیقۃً یا حکماً قصد مشابہت پایا جانا ضرور ہے۔ مثلاً ایک شخص کوئی فعل خاص اس نیت سے کرے کہ کفار کی سی شکل پیدا ہو اگر چہ وہ یہ ارادہ نہ کرے مگر وہ فعل شعار کفار اور ان کی علامت خاصہ ہو جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں، جیسے سر پر چوٹیاں، ماتھے پر ٹیکہ، گلے میں جینوا، الٹے پردے کا انگرکھا وعلی ہذا القیاس، تو بیشک ان صورتوں میں ذم ووعید وارد، اور حدیث "من تشبہ" اس پر صادق، نہ یہ کہ مطلقاً کسی بات میں اشتراک موجب ممانعت ہو، یوں تو انگرکھا ہم بھی پہنتے ہیں ہندو بھی پہنتے ہیں پھر کیا اس وجہ سے انگرکھا پہننا ہم پر حرام ہو جائے گا؟ اور اگر پردے کا فرق کفایت کرے تو کیا نلکیوں اور پنی کا نہ ہونا اور اس سہرے کی صورت ان کے سہرے سے جدا ہونا کافی نہ ہوگا، اصل بات یہ ہے کہ بربنائے تشبہ کسی فعل کی ممانعت اسی وقت صحیح ہے کہ جب فاعل کا قصد مشابہت ہو یا وہ فعل اہل باطل کا شعار وعلامت خاصہ ہو جس کے سبب سے وہ پہچانے جاتے ہوں، یا اگر خود اس فعل کی مذمت شرع مطہر سے ثابت ہو تو برا کہا جائے گا ورنہ ہرگز نہیں۔"

اور ''تشبہ'' کی دو / 2 صورتیں اور اُن کی تفصیلات لکھنے کے بعد امام اہلِ سنّت فتاویٰ رضویہ جلد 24 صفحہ: 534 میں لکھتے ہیں:

''اس تحقیق سے روشن ہو گیا کہ تشبُّہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شے ان بدمذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو، بغیر ان صورتوں کے ہر گز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔''

اِس سے ثابت ہوا کہ تشبہ کے تحقق کے لیے مندرجہ ذیل دو / 2 میں سے کسی ایک صورت کا پایا جانا ضروری ہے:

۱- جب فاعل کا قصد مشابہت کا ہو۔ ۲- وہ فعل اہلِ باطل کا شعار و علامت خاصہ ہو جس کے سبب سے وہ پہچانے جاتے ہوں۔

یا پھر یہ کہ خود اس فعل کی مذمت شرعِ مطہر سے ثابت ہو تو بُرا کہا جائے گا ورنہ ہر گز نہیں۔

اور ''سالگرہ'' منانے میں کوئی بھی مسلمان مشابہتِ کفار و مشرکین کا قصد نہیں کرتا، نہ سالگرہ کفار و مشرکین کا ایسا شعار و علامت ہے کہ جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور نہ ہی اِس کی شرح میں ممانعتِ مطلقہ ہے، لہذا نہ تو تشبہ ثابت ہوا اور نہ ہی مطلقاً بُرا ہونا ثابت ہوا، پس یہ حدیث ''سالگرہ منانے'' کے منافی نہیں ہے۔

اعتراض نمبر 2:

امیرِ اہلِ سنّت کی ولادت کی خوشی منانا ہماری سمجھ میں نہیں آتا؛ کیوں کہ اِس پر لوگ اعتراض کرتے ہیں اور مسلک کا نقصان ہوتا ہے۔

جواب:

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ امیر اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ دورِ حاضر کی وہ ہستی ہیں جن کے چاہنے والے کروڑوں کی تعداد میں ہیں، اور لاکھوں لوگ آپ کے مرید ہیں۔ یہ دور کاہلی اور سستی کا ہے، عبادات و ریاضات اور دینی تعلیمات کی طرف طبیعتیں کم ہی مائل ہوتی ہیں، عوام کالانعام تو ایک طرف خواص بھی سستی برت جاتے ہیں، ایسے میں لوگوں کو اِن کاموں کی طرف راغب کرنے کے لیے اگر کسی امرِ مباح کا سہارا لیا جائے تو یقیناً باعثِ خیر ہے، یوں ہی امیرِ اہلِ سنّت کی ولادت کی خوشی منانے کا معاملہ بھی ہے، یقیناً جو لوگ مدنی چینل وغیرہ دیکھتے یا اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں اُن کو معلوم ہو گا کہ لاکھوں لوگ تلاوتِ قرآن، نوافل، درود شریف، کلمہ شریف، ذکر و اذکار اور لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلانے جیسے امورِ خیر سرانجام دیتے ہیں؛ تاکہ رضائے الٰہی عزوجل حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ امیر اہلِ سنّت کو بہ طورِ تحفہ ثواب بھی پیش کر سکیں کہ اللہ کے ولی کا دل بھی خوش ہو جائے اور اُن کی دُعا بھی مِل جائے۔ اس کے علاوہ محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے جہاں کثیر اہلِ اسلام جمع ہو کر تلاوت و نعت اور ذکرِ صالحین و مسائل دین پڑھتے، سُنتے اور سیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابھی ایک SMS موصول ہوا ہے کہ: امیرِ اہلِ سنّت کی ولادت کی خوشی میں ایک شخص نے دس لاکھ / 100000 روپے دینی کاموں کے لیے عطیات دیے ہیں، اس طرح نہ جانے اور کتنے لوگ دینی کاموں کی ترویج و اشاعت کے لیے Donation دیتے ہیں، یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ دعوتِ اسلامی کا کام عام لوگوں کی

Donation سے ہی ہو رہا ہے۔ سو اگر اس جہت سے دیکھا جائے تو امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ کا یومِ ولادت منانے میں فوائد کثیر ہیں۔

رہے اعتراض کرنے والے تو یہ وہی لوگ ہیں جن کو امیرِ اہلِ سنّت سے تکلیف ہے؛ کیوں کہ امیرِ اہلِ سنّت نے جہاں بدمذہبوں کی کمر توڑی ہے وہیں اہلِ سنّت کی صفوں میں چھپے ہوئے بھیڑیوں کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ یا بعض وہ لوگ ہیں جن کو یہ تکلیف ہے کہ امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ نے دھرنوں میں شرکت کی کال کیوں نہیں دی، اسی طرح کچھ وہ حضرات ہیں جو ذاتی رنجشوں کا شکار ہیں، لہٰذا اُن کے اعتراضاتِ واہیہ کی طرف توجہ کی حاجت نہیں ہے۔

اعتراض نمبر3:

دعوتِ اسلامی والے خود کو بڑا عاشقِ رسول سمجھتے ہیں لیکن ناموسِ رسالت کے دھرنوں میں شرکت نہیں کرتے، اس لیے اُن کے یہ دعوے صرف مُنہ زبانی ہیں، حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

جواب:

پہلے یہ مقدمہ ذہن نشین کرلیں کہ "کسی بھی تحریک کے صحیح یا غلط ہونے کا معیار اُس کے اصول و ضوابط اور مقاصد ہوتے ہیں، اولاً دیکھا یہ جاتا ہے کہ اُس کے اصول و ضوابط شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں، ثانیاً یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد کو صحیح طرح سرانجام دے رہی ہے یا نہیں۔"

اب دیکھیے کہ دعوتِ اسلامی کا سیدھا سا اصول ہے کہ "دینی تعلیمات کی روشنی میں اسلام کی ترویج و اشاعت کرنی ہے۔" اور مقصد بھی واضح ہے کہ "مجھے اپنی اور ساری دُنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے، ان شاء اللہ

عزوجل۔" دعوتِ اسلامی والے عمومی اعتبار سے حتی المقدور دینی تعلیمات کی روشنی میں ہی اُمور کو سرانجام دے رہے ہیں، ہاں اگر کسی کے سامنے کوئی شخصی معاملہ ہے تو وہ اُس شخص کے متعلق ہے اُس کا تحریک کے اصول سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اور مدنی مقصد کے حوالے سے تو آج ساری دُنیا گواہی دے رہی ہے کہ دعوتِ اسلامی جس طرح یہ کام کر رہی ہے آج دوسری کوئی اس طرح کی تحریک نہیں ہے۔

دوسری طرف TLP کا مقصد "سلطنتِ خداداد پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام اور دفاعِ ناموسِ رسالت ہے۔" جس کے لیے یہ تحریک سر دھڑ کی بازی لگا رہی ہے۔

اِن دونوں کے مقاصد عالی ہیں، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پہلی تحریک کا اصول صحیح اور دوسری کا غلط ہے یا برعکس۔ اِس کے ساتھ ساتھ TLP کے مقصد کا جزء ثانی یعنی، دفاعِ ناموسِ رسالت تو دعوتِ اسلامی کے اصول وضوابط میں بھی شامل ہے۔

ہاں دونوں تحریکوں کے کام کا طریقہ الگ الگ ہے۔ اور یہ بات عقلاً ثابت ہے کہ اگر کسی کام کو کرنے کے دو طریقے ہوں تو ضروری نہیں کہ جو شخص ایک طریقہ سے کام کرے تو دوسرا بھی وہی طریقہ اپنائے، بلکہ جائز ہے کہ دوسرا شخص وہی کام دوسرے طریقہ سے بھی کر لے۔

اب کوئی خواہ مخواہ یہ مطالبہ کرے کہ دعوتِ اسلامی والوں پر لازم ہے کہ وہ TLP کی طرز پر کام کریں یا TLP والے دعوتِ اسلامی کے انداز پر کام کریں تو اُس کو یہی کہا جائے گا کہ جناب دونوں کے طریق الگ الگ ہیں مگر منزل ایک ہی ہے اور وہ دینِ اسلام کی سربلندی و بالادستی ہے، لہٰذا جو بھی جس انداز پر کام کرنا چاہتا ہے اُس کو کرنے دیا جائے۔

اور آج جس طرح سے امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ نے لوگوں کو سنیّت کا درس دیا ہے، "مسلکِ رضا" کا پرچار کیا ہے، محبتِ رسول ﷺ کا سبق پڑھایا ہے، حق و باطل میں حکمتِ عملی سے خطِ امتیاز کھینچا ہے، اور بہ فضلِ الٰہی عزوجل ہر طرف سنتوں کی بہاریں بکھیری ہیں، وہ کسی ذی انصاف سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

لہٰذا خُدارا کسی کی نیّت پر شک نہ کیا جائے، اور لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں نہ پھیلائی جائیں بلکہ اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ جس کو جس طرح اچھا لگے دین و سنیّت کا کام کرے، خواہی نخواہی اہلِ سنّت میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش نہ کرے۔

اعتراض نمبر4:

"جشنِ ولادتِ امیرِ اہلِ سنّت مبارک" کہنا غلط ہے؛ کیوں کہ "جشنِ ولادت" صرف انبیاء علیہم السلام کے لیے مستعمل ہے۔ اور "مرشد کی ولادت مرحبا" کہنا درست نہیں؛ کیوں کہ "آقا ﷺ کی ولادت مرحبا" کہنا ہی مستعمل ہے۔ اور "لبیک مرشدی عطار" بھی کہنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ "لبیک یا رسول اللہ ﷺ" کہنا ہی مستعمل ہے۔

جواب:

اولاً: جشن فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی کسی تقریب کا میلہ، خوشی، عید، مسرت انگیز تقریب کے آتے ہیں۔ ولادت کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ لہٰذا اِس جملہ کا معنی یہ ہو گا کہ "امیرِ اہلِ سنت کی پیدائش کی تقریب کا میلہ یا خوشی، یا عید یا مسرت انگیز تقریب کی مبارک"۔

ہمارے ہاں اس کا معنی عمومی اعتبار سے "امیرِ اہلِ سنت کی پیدائش کی خوشی کی مبارک ہو" لیا جاتا ہے۔ اور یہ مفہوم نہ تو قرآن کی کسی آیت کے خلاف ہے، نہ ہی سنّتِ رسول اللہ ﷺ سے متصادم ہے، لہٰذا اِس پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ثانیاً: یہ بات یاد رہے کہ کوئی بھی نعرہ بلا وجہ نہیں بنایا گیا بلکہ اُس کے پیچھے ایک پوری تاریخی داستان ہے، اسی طرح مذکورہ نعرے بھی اظہارِ فرحت و مسرت اور اپنی وفاداری ظاہر کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ پس اگر کہیں اور بھی یہ علّت موجود ہو اور کسی کی آمد و ولادت کی مسرت یا کسی سے اپنی وفاداری کا اظہار مقصود تو یہ نعرے لگانا ممنوع نہیں ہو گا؛ کیوں کہ یہ ہماری اپنی ایجاد ہے، بہ وقتِ ایجاد کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ نعرے صرف اسی مورد کے ساتھ خاص ہیں، کسی اور کے لیے لگانا جائز نہیں ہیں، اور ایسا کرنا شرعاً بھی ممنوع نہیں ہے، لہٰذا بلا کراہت یہ نعرے لگانا جائز ہو گا۔

اور جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ "جشنِ ولادت، آمد مرحبا اور لبیک" کے الفاظ انبیاء علیہم السلام اور حضور سیدِ عالم ﷺ کے ساتھ مختص ہیں اور غیر کے لیے اِن کا استعمال ممنوعِ شرعی یا ممنوعِ عرفی ہے تو اُس پر لازم ہے کہ وہ اپنے

دعویٰ کو کسی معتبر دلیل سے ثابت کرے؛ کیوں کہ ممانعتِ شرعیہ کے ثبوت کے لیے دلیلِ شرعی درکار ہوتی ہے اور ممانعتِ عرفیہ کے لیے دلیلِ عرفی، نہ کہ علی الاطلاق کسی کا عدمِ سماع یا کسی کلام کا غیرِ مستعمل ہونا۔ اور مدعیٔ عرف یہ بھی بتائے کہ کیا عرف و عادت کا خلاف مطلقاً ممنوع ہے یا نہیں، بصورتِ ثانی یہ متعین کریں کہ کن صورتوں میں عرف کا خلاف جائز اور کن میں ناجائز ہے نیز کیا یہ نعرے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے لگانا بھی عدمِ جواز میں داخل ہیں؟

اعتراض نمبر 5:

امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ کے لیے مذکورہ نعرے لگانے والے گویا کہ اُنہیں حضور ﷺ سے مِلا رہے ہیں صرف "ﷺ" لگانا ہی باقی رہ گیا ہے۔

جواب:

اوّلاً: معاذ اللہ ثم معاذ اللہ یہ خبیث گمان خبیث اذھان کی پیداوار ہی ہو سکتا ہے، کسی صحیح اور مثبت ذہن کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے، وہ ذات جس کی زندگی کا حاصل ہی حضور ختمی المرتبت رسول محتشم ﷺ کے عشق و محبت اور اُن کے مقام و مرتبہ کی ترویج و اشاعت ہو اور جس نے ساری زندگی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت مجدد دین وملت رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کو عام کیا ہو، اور اپنے مریدین و محبین کو نہ صرف اِن تعلیمات کی ترغیب دی ہو بلکہ گھول گھول کر پلائی ہوں، اُس سے یا اُس کے متعلقین سے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اُن کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ خیال آ سکتا ہے؟ یہ ناممکن ہے۔

ثانیاً: اعتراض کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ وہابیانہ روش اختیار نہ کریں؛ کیوں کہ یہ نجدی طریقہ ہے کہ وہ کسی بھی بات کو کہیں بھی فِٹ کر کے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مثلاً: ہم نے "اعلیٰ حضرت" کہا تو اعتراض کیا گیا کہ یہ تو احمد رضا خان صاحب کو حضور ﷺ سے بڑھانا ہے؛ کیوں کہ حضور ﷺ کے لیے تو صرف حضرت کا لفظ لکھتے ہیں جب کہ احمد رضا صاحب کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں، یا ہم نے "داتا صاحب" کہا تو اعتراض کیا گیا کہ یہ تو اُن کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دینا ہے؛ کیوں کہ داتا صرف اللہ ہے، یا ہم نے "المدد یا غوثِ اعظم" کہا تو اعتراض کر دیا گیا کہ یہ تو شرک ہے، وغیرہ وغیرہ۔

جواباً سادے سے انداز میں یوں ہی کہا جاتا ہے کہ جناب عقل کو ہاتھ ماریئے، آپ کی مت ماری گئی ہے جو آپ اس طرح کے اعتراض کر رہے ہیں؛ کیوں کہ ہم امام احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کو صرف اُن کے معاصرین یا بعد والوں کی طرف نسبت کے اعتبار سے "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں، نہ کہ کُل بنی نوع انسان کے اعتبار سے، ایسے ہی ہم داتا صاحب کو بہ فیض وعطائے الٰہی عزوجل داتا مانتے ہیں، ذاتی اور بغیر عطا کے نہیں، اسی طرح غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مدد بھی اسی اعتبار سے مانگتے ہیں کہ وہ اللہ کے محبوب بندے ہیں اور بہ عطائے ربّ جل مجدہ مدد فرماتے ہیں۔

ایسے ہی امیر اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ کے لیے بھی مذکورہ نعرے لگانے سے حضور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے ساتھ برابری کا شائبہ بھی پیدا نہیں ہوتا چہ جائے کہ برابری ثابت ہو سکے۔

ثالثاً: سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بلاغت کی کتب میں مصرح ہے کہ جب

ایک کلام جس کے دو مفہوم ہوں ایک اسلامی دوسرا کُفری تو متکلم کے اعتبار سے معنی لینا واجب ہے، مثلاً: کسی نے کہا کہ "بہار نے سبزہ اُگایا" تو اِس جملہ کے دو معانی ہیں، پہلا یہ کہ "سبزہ اگانے والی بہار ہے اللہ تعالیٰ نہیں"، دوسرا یہ کہ "در حقیقت سبزہ اُگانے والا اللہ ہے لیکن چوں کہ بہار سبب ہے اس لیے نسبت بہار کی طرف کر دی گئی" ہے۔

اب اگر دھریہ جو منکرِ وجودِ باری تعالیٰ ہے وہ یہ کلام کرے تو پہلا معنی مراد ہو گا اور یہ کہنا کفر ہو گا، اور اگر کوئی مسلمان موحد یہ کلام کہے تو دوسرا معنی مراد ہو گا اور قائل کافر نہیں بلکہ مسلمان ہی ہو گا۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ اِن نعروں یا جملوں میں معترض کے بیان کردہ معنی کا کوئی وجود ہی نہیں ہے، لہٰذا ایسی خبیث بات کا مومن موحد کی طرف نسبت کرنا سوائے اظہارِ خبثِ باطن کے اور کچھ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بہ فرضِ محال اگر ایسے معنی کا ایہام ہوتا بھی تو مومنین موحدین کے کلام کو درست معنی پر ہی محمول کرنا واجب ہے۔

لہٰذا میں دست بستہ عرض پرداز ہوں کہ خُدارا ایسے خبیث خیالات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیے اور اہلِ سنّت کی ایک مضبوط، منظم اور World لیول پر ترتیجِ دین و سنیت میں کوشاں تحریک کے پاکیزہ سفید دامن کو داغ دار کرنے کی کوشش مت کیجئے؛ کیوں کہ جو آسمان پہ تھوکتا ہے اُس کا تھوکا اپنے ہی منہ پر پڑتا ہے، اور کتا چاند کو چاہے ساری رات بھونکتا رہے چاند کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہاں کتا ضرور تھک ہار کر صبح کو سو جاتا ہے۔

اہلِ محبت سے گزارش ہے کہ "کتے" والی مثال ذہن میں رکھیں اور اِن کی

غوں غاں پر کان نہ دھریں بلکہ عملی طور پر خوب خوب دین وسنیت کا کام کر کے بتائیں کہ الحمد للہ عزوجل ہم وہ لوگ ہیں جو اصول و فروع میں راہِ حق پر گامزن ہیں اور ہمارے بارے میں غلط شور و غوغا کرنے والے اہلِ باطل ہیں۔

هذا ما هو ظهر لی والعلم عند الله، والله أعلم بالصواب

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

بمطابق: 05 مئی 2021ء